پیغمبرِ اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خلقِ عظیم

مصنف

ڈاکٹر حبیب الرحمٰن

سیرت ریسرچ سینٹر، کراچی

بسم الله الرحمن الرحيم
إنا أعطيناك الكوثر فصل لربك وانحر
إن شانئك هو الأبتر

نام کتاب : پیغمبرِ اعظم ﷺ کا خُلق عظیم

مصنف : ڈاکٹر حبیب الرحمٰن ڈائریکٹر جرنل سیرت ریسرچ سینٹر، کراچی

پروف وترتیب: سید اظہار اشرف جیلانی

طبع : 2021ء

باہتمام : سیرت ریسرچ سینٹر (کراچی)

سیرت ریسرچ سینٹر، کراچی

نام کتاب : پیغمبرِ اعظم ﷺ کا خُلق عظیم

مصنف : ڈاکٹر حبیب الرحمٰن ڈائریکٹر جرنل سیرت ریسرچ سینٹر، کراچی

پروف وترتیب: علامہ سید اظہار اشرف جیلانی

طبع : 2021ء

باہتمام : سیرت ریسرچ سینٹر (کراچی)

تعارف مصنف

ڈاکٹر حبیب الرحمٰن صاحب کا علمی و فکری کام کسی تعارف کا محتاج نہیں ہے، آپ نے اسلامک سینٹر سے گریجویشن مکمل کی۔ اس کے بعد کراچی یونیورسٹی سے ماسٹرز، ایم فل اور پی، ایچ، ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ آپ شروع ہی سے مخلصانہ سوچ کے مالک ہیں اور دنیا کے تمام میدانوں میں صرف خود ہی نہیں بلکہ اپنے تمام ساتھیوں کو کامیابی کے سفر پر دیکھنا چاہتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ اللہ رب العزت نے آپ کو دنیا والوں کے شر سے محفوظ رکھ کر تمام چیلنجز کا سامنہ کرنے کا جذبہ عطا فرمایا ہے۔ آپ نے اپنی محنت سے دنیا کی معروف زبانوں پر عبور حاصل کیا اور غیر مسلموں کو اُن کے اپنے ہی پیدا کیے ہوئے اعتراضات کا کافی و شافی جواب تحریری و تقریری صورت میں دیا ہے اور اب بھی اس کار خیر میں مصروفِ عمل ہیں۔ مسلمانوں کو اُن کے زوال پذیر ہونے کی وجوہات کی طرف زبان و قلم سے متوجہ کرتے رہتے اور خود بھی احیائے اسلام کے عظیم مشن کے داعی ہیں اور ہمہ وقت اس مقدس مشن کے فروغ کے لئے کوشاں رہتے ہیں۔ ان کی ہمیشہ سے یہ کوشش رہی ہے کہ پوری دنیا کے مسلمان ہر سطح پر اسلام کے عالمگیر اور دائمی غلبہ کے لئے اپنے اپنے دائراہ کار میں فعال کردار ادا کرنے کی کوشش کریں تاکہ پوری دنیا کے مسلمان سامراجی اور استعماری ظالموں کے ظلم سے نجات حاصل کر سکیں۔

آپ اپنے انداز کلام سے تمام انسانیت کو یہ بتاتے رہے ہیں کہ دنیا کی تمام مشکلات و مصائب کا حل اسلام اور صرف اسلام ہی میں ہے جس کی عملی صورت سیرت رسول ﷺ ہے۔ اسی لئے آپ سیرتِ رسول ﷺ کی طرف مسلمانوں کو علمی و عملی طور پر متوجہ کرنا اپنی زندگی کا اہم مقصد سمجھتے ہیں۔ یہی سوچ و فکر ہے جو آج آپ کے دن رات کی محنت سے ایک ادارے کی صورت اختیار کر چکی ہے، جہاں ایک سو پچاس جلدوں پر سیرتِ رسول ﷺ کو علمی، تحقیقی، فکری اور نظریاتی بنیادوں پر مرتب کیا جا رہا ہے۔

آپ کا اپنے ساتھی رفقاء سے کے کام لینے کا انداز اصلاحی، تعمیری اور حقیقت پسندی پر مبنی ہے ۔ہم نے بھی ڈاکٹر صاحب سے بہت کچھ سیکھا اور آپ کی رفاقت میں بہت کچھ سیکھ رہے ہیں، اللہ آپ کے علم و عمل اور عمر میں مزید برکتیں عطا فرمائے۔ آمین

طالب علم سید اظہار اشرف جیلانی

پیغمبر اعظم ﷺ کا خلقِ عظیم

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے رہتی دنیا تک جس ذاتِ والا صفات کو کامل اور خوبصورت نمونہ عمل بنا کر پیش کیا ہے وہ خاتم النبیین (ﷺ) کی ذاتِ بابرکات ہے۔ اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ دنیا میں آپ سے پہلے اور آپ کے بعد کبھی بھی کوئی شخص سیرت، کردار، اوصاف، خصائل، فضائل اور اخلاق حمیدہ میں آپ کی مثل نہ تھا اور نہ ہو سکے گا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ انبیاء و رسل (علیہم السلام) کثرت سے دنیا کے ہر کونے میں تشریف لائے اور یقیناً ان کی تعلیمات احکامِ خداوندی کے مطابق رہیں- اللہ تعالیٰ نے ہر نبی و رسول کو اپنے اپنے دور اور اپنی اپنی قوم کیلئے ایک جامع اور کامل نمونہ عمل بنایا لیکن ان انبیاء کا تعلق اور ان کی تعلیمات کا دائرہ خود اپنی اقوام تک ہی محدود تھا چنانچہ نہ انہوں نے اپنی عالمگیریت کا دعوی کیا اور نہ ہی خدائے رب ذوالجلال نے ان میں سے کسی ایک کو بھی آخری و ابدی رہنما قرار دیا۔ ہر نبی مطلعِ ہدایت پر نیر تاباں بن کر چمکا اور فیض رسانی کرتا اور فریضہ دعوت دیتا ہوا وصالِ رب سے آشنا ہو گیا۔

آج ان برگزیدہ ہستیوں میں سے کئی ہستیوں کے نام زبان زد عام و خاص ہیں، لیکن جہاں تک ان کی تعلیمات اور بالخصوص ان کے اخلاق و کردار اور سیرت و صورت کی بات ہے وہ یقیناً قابلِ ستائش اور لائقِ توصیف ہی ہو گی کیونکہ کارِ نبوت پر فائز ہونے والی کوئی ہستی ایسی ہو ہی نہیں سکتی جس میں اعلیٰ انسانی اوصاف اور اخلاق و کردار کا جوہر معمولی درجے میں بھی کم ہو۔ تمام انبیائے کرام انسانی عیوب سے منزہ تھے۔ صداقت، امانت اور دیانت ان کا خِلقی و خُلقی جوہر تھا، اس لئے دنیا کا بڑے سے بڑا

باکمال انسان اپنے قول و فعل اور سیرت و کردار میں کسی بھی پیغمبر کی ہمسری کے دعویٰ کی ہمت نہیں کر سکتا۔ ان مقدس ہستیوں کی اخلاقی رفعت، سیرت و کردار کی عظمت اور قول و فعل میں مطابقت کے بارے میں کوئی شبہ نہیں لیکن حضور (ﷺ) سے قبل تشریف لائے ہوئے انبیاء ورسل (علیھم السلام) کے بارے میں کیا خود دنیا جانتی ہے؟ اور ان کے عملی اخلاق کے بارے میں کوئی حقیقی مثال ان کے پاس موجود ہے؟ کیا دنیا کو خود ان انبیاء ورسل کے عملی اخلاق کا تجربہ اور علم بھی ہے؟ کوہِ زیتون کے پر تاثیر وعظ کی معصومانہ باتیں، سچائی اور راست بازی کی نصیحتیں، لفظی صنائع و بدائع اور دلکش تمثیلوں سے بھری ہوئی شیریں بیانی دنیا نے سنی، ان کی فصاحت اور لذتِ سماعت کا مزہ اب تک زبان و سماعت میں رس گھول رہا ہے لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس وعظِ بے مثال کی عملی مثالیں بھی کسی نے دیکھیں؟ کیا اس اخلاق کے سلبی پہلو کے علاوہ اخلاق کا کوئی ایجابی پہلو بھی ہمارے سامنے آیا ہے؟ وہ جس نے یہ کہا کہ "سب کچھ جو تمہارے پاس ہے جب تک اس کو خدا کی راہ میں لٹا نہ دو آسمان کی بادشاہت میں داخل نہ ہوگے" کیا اس نے بھی اپنا سب کچھ راہ خدا میں لٹایا؟ وہ جس نے یہ کہا کہ "شریروں کا مقابلہ نہ کرو" کیا اس نے بھی خود شریروں کا مقابلہ نہیں کیا؟ وہ جس نے یہ کہا کہ "دشمنوں کو بھی پیار کرو" کیا اس نے بھی کبھی اپنے دشمن کو پیار کیا؟ وہ جس نے یہ کہا کہ "تو اپنے پڑوسی کو اپنے سارے جان و مال سے پیار کر" کیا خود بھی اس کا ایسا ہی عمل تھا؟ وہ جس نے یہ کہا کہ "اگر کوئی تمہارے داہنے گال پر تھپڑ مارے تو بایاں گال بھی اس کے سامنے کر دو" کیا اس نے خود بھی ایسا ہی کیا؟ وہ جس نے یہ کہا کہ "تم سے اگر کوئی تمہارا کرتا مانگے تو اپنی قباء بھی اس کے حوالے کر دو"۔ کیا ایسی فیاضی کا خود اس سے بھی ظہور ہوا؟ ہم یہ نہیں کہتے کہ

مسیح علیہ السلام میں یہ صفتیں موجود نہ تھیں بلکہ ہم تو یہ کہتے ہیں کہ نبی کا قول و فعل آپس میں متضاد ہو ہی نہیں سکتا لیکن اس کے باوجود اَوراق تاریخ میں ان عظیم المرتبت ہستیوں کی ذاتی زندگیوں کے بارے میں بہت کم مستند مواد دستیاب ہو پاتا ہے۔ مرورِ ایام نے انبیاء کی شخصیات، تعلیمات اور اخلاق کو مستور کر رکھا ہے۔ حضرت مسیح (علیہ السلام) قدیم رسولوں میں سب سے آخری رسول ہیں مگر آپ کا معاملہ بھی تاریخی اعتبار سے یہ ہے کہ مغرب کے ایک بڑے مفکر برٹرینڈ رسل (***B Russell***) کو یہ کہنے کا موقع ملا:

"Historically, it is quite doubtful whether Christ ever existed at all".

"تاریخی اعتبار سے خود یہ معاملہ بڑا مشتبہ ہے کہ مسیح علیہ السلام کا اس دنیا میں کبھی وجود تھا بھی یا نہیں"

یعنی جب سلسلہ زندگانی کے ابواب ہی مستور اور مشکوک ہو جائیں تو تعلیمات و اخلاقِ رسول کا ظہور کیسے ممکن ہو پائے گا۔ اسی طرح ہندوستان، ایران، چین، روم، یونان سمیت دوسرے ملکوں کے بانیانِ مذاہب اور اصحابِ فکر و فلسفہ کی اخلاقی و عملی زندگی کا کوئی جائزہ لینا چاہے تو معلوم ہو گا کہ کتابِ تاریخ کے اوراق خالی پڑے ہیں- ان کے چند اقوال جنہیں ہدایت و تعلیمات کا نام دیا جاتا ہے اس کے بارے میں کوئی یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ یہ سب حقیقتاً ان ہی کے اقوال، تعلیمات و ہدایات ہیں اور بالفرض زور لگا کر چند باتوں کی صداقت کو مان بھی لیا جائے تو تب بھی ان کے اخلاق و کردار کے بارے میں چند اساطیر و قصص سے زیادہ کچھ ہاتھ نہیں آتا جب کہ حضور

خاتم النبیین (ﷺ) کی حیاتِ طیبہ کا کون سا پہلو ہے جس پر مستند اور جامع تفصیلات موجود نہ ہوں کیونکہ آپ کی پوری زندگی کا ایک ایک لمحہ آپ کے اصحاب نے حفظ و کتابت اور تبلیغ و اتباعِ سنت کے ذریعے محفوظ رکھا ہے۔ یہ مسلمانوں ہی کا دعوی نہیں ہے خود مستشرقین بھی اس کا اعتراف کرتے ہیں پی کے ہٹی **(P.K. Hitti)** لکھتا ہے:

"Though the only one of the world's prophets to be born within the full light of history, Muhammad".

"پیغمبروں کی تاریخ میں واحد شخصیت حضرت محمد (ﷺ) کی ہے جو تاریخ کی بھرپور روشنی میں پیدا ہوئے"۔

وہ لوگ جن کے بارے میں تاریخ نے بہت کچھ اپنے دامن میں محفوظ کر رکھا ہے اور ان کا نام اور کام بھی بڑا ہے جب ان کی زندگیوں کا مطالعہ کیا جائے تو پتا چلتا ہے کہ دنیا کے بڑے بڑے زعماو رہنما، اہل فکر و دانش، اصحابِ قلم و قرطاس، صاحبانِ علم و فضل، مفکرین و فلاسفہ اور فاتحین و وارثینِ تاج و تخت بظاہر یہ تمام لوگ کامیاب نظر آتے ہیں لیکن اپنی حقیقت کے اعتبار سے یہ زندگی کے صرف ایک یا چند شعبوں میں کامیاب لوگ ہوتے ہیں، ان کی زندگی کی ہر جہت کامیابی کا مرقع نہیں ہوتی۔ بادشاہوں کی زندگیاں عموماً تکبّر و تمرّد سے آلودہ، فاتحین کی زندگیاں غصب و ظلم سے لتھڑی ہوئی اور وزراء و امراء خود غرضی و خود نمائی کا مجسمہ ہوا کرتے ہیں۔ اسی

طرح فلسفیوں کی زندگیاں تشکیک و تضاد کا شکار، مصلحین بلند و بانگ نعروں کے ساتھ بے عملی کا نمونہ، انقلابی لیڈر اور باغی رہنما جوش انقلاب سے سرشار لیکن خود پرستی اور جاہ پرستی کا شکار جبکہ معلمین اخلاق، اخلاقیات کی پیچیدہ گفتگو کے ماہر لیکن بد اخلاقی کی زندہ مثال ہوا کرتے ہیں اور تبدیلی کے دعوے دار اس قابل ہوتے ہیں کہ دوسروں کو بدلنے سے پہلے خود اپنے آپ کو بدلیں۔ غرض انسانی معاشروں کی یہ بلند قامت شخصیات جن کے سر پر عموماً قیادت و سیادت اور رہنمائی و رہبری کا تاج سجایا جاتا ہے خود بد اخلاقی، بد عملی اور بد دیانتی کے بے تاج بادشاہ ہوا کرتے ہیں۔ اس کی وجہ ہر انسان کا زندگی کے کسی ایک پہلو میں کامیاب ہونا جب کہ دوسرے پہلوؤں میں ناقص یا ناکام ہونا روزمرہ کا مشاہدہ ہے۔

اس کائنات میں آج تک اللہ تعالیٰ کی جملہ مخلوقات میں کامل ترین ہستی و ذات جناب حضور سرور دوعالم (ﷺ) کی ہی ذاتِ والا صفات ہے جو قول و فعل، ایمان و عقیدہ، سیرت و کردار، معاملات و معمولات، معاشرت و اخلاق غرض زندگی کے ہر پہلو میں کامل و اکمل ہے۔ حضور (ﷺ) دین و عقیدہ، نزولِ وحی و مھبط وحی ہونے کے لحاظ سے بھی خاتم النبیین ہیں اور سیرت و تعلیمات، اخلاق و کردار کے اعتبار سے بھی خاتم النبیین ہیں۔ اسی لیے آپ کے ظاہری پردہ فرما جانے کے بعد جن مدعیّانِ نبوت نے دعویٰ نبوت کیا ان کے اخلاق و کردار کا موازنہ آپ کے ایک عام گناہگار امتی سے بھی کیا جائے تو مدعیّان نبوت اس کے مقابلے میں نہایت پست نظر آئیں گے چہ جائیکہ وہ مرتبہ خلقِ عظیم پر فائز ہونے کا دعوی کرے۔ حضور (ﷺ) کے اخلاق عالیہ اور کاذب مدعیّانِ نبوت کے درمیان سب سے بڑا فرق ہی یہ ہے کہ حضور (ﷺ)

نے پوری زندگی میں کبھی جھوٹ نہیں بولا جب کہ مدعیّانِ نبوتِ کاذبہ اپنی ابتداء ہی جھوٹ سے کرتے ہیں اور پھر اس ایک جھوٹ کو سہارا دینے کیلئے سینکڑوں، ہزاروں بلکہ لاکھوں جھوٹ بولتے چلے جاتے ہیں، بالفاظ دیگر نبی کریم (ﷺ) اگر مجسم صداقت و امانت ہیں تو مدعیّانِ نبوتِ کاذبہ سراپا کذب و دجل ہیں۔

حضور نبی کریم (ﷺ) اپنی پوری زندگی بالخصوص اعلانِ نبوت کے بعد اپنے دعویٰ نبوت کی صداقت کیلئے کسی خارجی دلیل کے محتاج نہ تھے کیونکہ اہل مکہ نہ چاہتے ہوئے بھی اس حقیقت کو ماننے پر مجبور تھے کہ فقط آپ ہی "صادق" اور "امین" ہیں- حالانکہ حق اور سچ یہ ہے کہ حضور (ﷺ) اس بات کے پابند نہ تھے اور نہ ہی آپ پر کوئی سماجی جبر تھا کہ آپ اپنے وقت کے لگے بندھے اخلاقی معیار کی اتباع فرمائیں بلکہ آپ (ﷺ) نے جو کیا اور جو فرمایا وہ خود ہی اعلیٰ انسانی اخلاقی وصف کا معیار بن گیا- آپ نے زانوئے تلمذ کسی معلمِ اخلاق کے سامنے طے نہیں فرمایا اور نہ ہی اخلاقی ہدایات پر مشتمل کسی صحیفے سے اخلاقی تعلیمات کا فیض کشید فرمایا بلکہ خود خالقِ دو جہاں نے آپ کو مجسمہ اخلاق بنایا ہے یعنی آپ کا اٹھنا، بیٹھنا، چلنا، پھرنا، سونا، جاگنا، گفتگو کرنا، سننا، لین دین، جنگ و امن، غضب و فرحت اور خوشی و غم میں آپ کا رویہ اس قدر اعلیٰ انسانی اقدار و اوصاف کا حامل ہے جس کے سامنے انسانی تاریخ کے عظیم ترین مبلغینِ اخلاق کا کردار و عمل سورج کے سامنے دیے کی حیثیت بھی نہیں رکھتا کیونکہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے بطور نصیحت عمل پہلے کیا ارشاد بعد میں فرمایا، دوسروں کو حکم بعد میں دیا خود پہلے اُس پر عمل پیرا ہوئے، اور جب اپنی اُمت کو پانچ فرض نمازوں کی تلقین فرمائی تو خود چوبیس گھنٹوں میں نو نمازیں مسلسل ادا فرماتے

رہے، صحابہ کو رمضان کے روزوں کا حکم دیا تو خود رمضان کے علاوہ پیر کے دن کا روزہ اور دوسرے نفلی روزے بھی کبھی قضاء نہیں فرمائے۔ زکوۃ کی ادائیگی کی تاکید فرمائی تو خود پوری زندگی میں اتنا مال ہی نہیں جمع کیا کہ زکوۃ کی ادائیگی اس پر فرض ہو سکے۔ جہاد کا حکم دیا تو خود جہاد میں شرکت اور مومنین کے لشکر کی قیادت فرمائی، غریبوں اور مسکینوں کی امداد و اعانت کا حکم دیا تو پہلے خود اس فرض کو ادا کیا، جب آپ (ﷺ) نے کھانا کھلانے کو باعث اَجر و ثواب قرار دیا تو پہلے خود بھوکے رہے اور دوسرے کو کھلایا، جہاں دشمنوں اور قاتلوں کو معاف کرنے کی نصیحت کی تو پہلے خود دشمنوں اور قاتلوں کو معاف کیا، جب آپ (ﷺ) نے درگزر کی نصیحت فرمائی تو پہلے خود آپ (ﷺ) نے کھانے میں زہر ملانے والوں، تیر برسانے اور تلواریں چلانے والوں سے درگزر فرمایا بلکہ فاتح بن کر آپ نے انہیں کھلے دل سے معاف فرما دیا، جب کسی نے کپڑوں کی شدید ضرورت کے وقت آپ سے کپڑا مانگا تو خود اپنی چادر اُتار کر اسے دے دی، محاسبہ نفس کا حکم دیا تو اپنی ذات کو لوگوں کے سامنے تبصرہ و تنقید کیلئے پیش فرمایا:

جیسا کہ قرآن کریم میں ہے:

فَقَدْ لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُرًا مِّن قَبْلِهِ أَفَلَا تَعْقِلُونَ[1]

"بیشک میں اس (قرآن کے اترنے) سے قبل (بھی) تمہارے اندر عمر (کا ایک حصہ) بسر کر چکا ہوں، سو کیا تم عقل نہیں رکھتے"

آپ (ﷺ) نے اخلاقی مثالیں بحیثیتِ ایک انسان، ایک باپ، ایک شوہر، ایک دوست، ایک خانہ دار، ایک کاروباری تاجر، ایک افسر، ایک حاکم، ایک قاضی، ایک سپہ سالار، ایک بادشاہ، ایک استاد، ایک واعظ، ایک مرشد، ایک زاہد و عابد کی قائم فرمائیں لیکن ہر مثال اپنی انفرادیت میں پیغمبرانہ عظمت وشان رکھتی ہے۔

انسانی تاریخ میں معلمینِ اخلاق نے کتنے لوگوں کی تعلیم و تربیت کے ذریعے ماہیتِ قلبی کی؟ اور کتنے لوگ اِن کی اخلاقی تعلیمات و نظریات کا علمی مجسمہ بن پائے؟ جس کے پرچار کے لیے اِن مفکرین نے زندگی کے شب و روز ہی نہیں بلکہ پوری زندگیاں وقف کر ڈالی تھیں۔

ہم یہ بات بڑے وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ علم الاخلاق کے موضوع پر افکار کے جنگل اور نظریات کے دبستان قائم کرنے والے معلمینِ اخلاق اپنی زندگی میں اخلاق وکردار کے حامل چند افراد بھی تیار نہیں کر پائے جبکہ دوسری طرف حضرت خاتم النبیین (ﷺ) کے دربارِ گُہربار میں اخلاق وکردار کے حامل صرف ایک دو نہیں بلکہ ایک لاکھ سے زائد افراد اصحابِ رسول کے نام سے موجود ہیں جن کی مبارک زندگیاں، ان کا اخلاق وکردار اور افعال و اعمال مستند طور پر موجود ہیں۔ یہ وہ افراد ہیں جنہوں نے اپنے اپنے پیشہ و فن کے مطابق آپ کی اخلاقی تعلیمات کے سانچے میں خود کو ڈھالا اس حوالے سے اگر مسجد نبوی کے اس مقدس مکتب کا جائزہ لیں جہاں صاحب خُلقِ عظیم نے اعلیٰ ترین انسانی اخلاق کو انسانی سانچے میں ڈھال کر ایک بے مثال جماعت کو مستقبل کی قیادت و سیادت کے لیے تیار کیا تھا۔ واضح رہے کہ انسانوں کا یہ عظیم الشان گروہ باقاعدہ آج کی طرح تمام آسائشوں اور لوازمات سے

آراستہ کسی اکیڈمی، ادارے یا دانش گاہ کے فاضل نہیں تھے بلکہ ان کی تربیت اس بابرکت در و دیوار میں ہوئی جس کی چھت کھجور کے پتوں اور ستون کھجور کے تنوں سے بنائے گئے تھے۔ صفہ کے الگ الگ گوشوں میں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے الگ الگ درجے موجود تھے۔ کہیں ابو بکر و عمر، عثمان و علی (رضی اللہ عنھم) جیسے مستقبل کے فرماں رواں زیر تعلیم تھے، کہیں طلحہ وزبیر، سعد بن معاذ و سعد بن جبیر اور معاویہ (رضی اللہ عنھم) جیسے ارباب رائے و تدبیر، کہیں ابو عبیدہ، سعد بن ابی وقاص اور عمرو بن عاص (رضی اللہ عنھم) جیسے سپہ سالار تھے، کہیں وہ تھے جو بعد میں صوبوں کے حکمران، عدالتوں کے قاضی اور قانون کے مقنن بنے، کہیں ان زہاد و عباد کا مجمع تھا جن کے دن روزوں میں اور راتیں نمازوں میں کٹتی تھیں۔ کہیں ابوذر رضی اللہ عنہ و ابو درداء رضی اللہ عنہ جیسے وہ خرقہ پوش جو "مسیح اسلام" کہلائے، کہیں وہ صفہ والے طالب علم (رضی اللہ عنھم) تھے، جو جنگل سے لکڑی لاکر بیچتے اور گزارہ کرتے اور دن رات علم کی طلب میں مصروف رہتے تھے۔ کہیں حضرت علی، حضرت عائشہ، حضرت عباس، حضرت ابن مسعود اور حضرت زید بن ثابت (رضی اللہ عنہ) جیسے فقیہ و محدث تھے جن کا کام علم کی خدمت اور اشاعت تھا۔ ایک جگہ غلاموں کی بھیڑ تھی تو دوسری جگہ آقاؤں کی محفل، کہیں غریبوں کی نشست تھی اور کہیں دولت مندوں کی مجلس، مگر ان میں ظاہری عزت اور دنیاوی اعزاز کی بنیاد پر کوئی تفریق نہیں پائی جاتی، سب مساوات کی ایک ہی سطح پر اور صداقت کی ایک ہی شمع کے گرد پروانہ وار جمع تھے، سب اخلاق و اعمال کے ایک ہی آئینہ قدس کا عکس بننے کی کوشش میں لگے رہے۔ ہر ایک اس بات کا متمنی تھا کہ انسان کامل، پیغمبر اعظم اور خلق عظیم کی ہر ہر صفت اور ہر ہر ادا کا عملی نمونہ بن سکے۔ تاریخ اس بات پر شاہد

ہے کہ ان اصحابِ نبی میں سے ہر ایک اخلاقِ نبوت کا وہ درخشندہ ستارہ بن گیا جس کی جگمگاہٹ تا قیامت جاری و ساری رہے گی اور جو بھی شخص ان اصحاب میں سے کسی ایک کی اتباع کرے گا دنیاوی فوز و فلاح کے ساتھ ساتھ اُخروی نجات سے ہمکنار ہو گا جیسا کہ حدیث مبارکہ میں ہے:

"أصحابی کالنجوم بأیھم اقتدیتم اھتدیتم"

"میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں تم ان میں سے جس کی بھی اتباع کرو گے ہدایت پا جاؤ گے"(2)

ہم جب حضور (ﷺ) کے خلق عظیم کی بات کرتے ہیں تو یہ بات واضح رہنی چاہیے کہ ہماری مراد داستانِ قیل و قال ہی نہیں ہوا کرتی اور نہ ہی اخلاق کے نام پر کسی وقتی نشاط، راحت و فرحت، فوز و فلاح اور امن و سکون کی حالت میں آپ (ﷺ) سے صادر ہونے والے افعال، اعمال، اقوال اور رویہ ہوا کرتا ہے کیونکہ مذکورہ حالتوں میں اچھا خاصا شخص بھی بڑا با اخلاق بن جایا کرتا ہے۔ اعلیٰ انسانی اخلاق کا پتا اُس وقت چلتا ہے جب انسان کسی تکلیف و پریشانی سے دوچار یا مشکل و مصیبت میں گرفتار ہو۔ ایسی صورت حال میں اچھا خاصا انسان فکر و دانش کے بجائے جذبات کی رو میں بہہ جاتا ہے۔ غم واندوہ کی کیفیت، صدمات و خسران کی حالت اور زخم خوردگی کے دوران بڑے بڑے معلمینِ اخلاق ڈھیر ہو پڑتے ہیں۔ وہ بھول جاتے ہیں کہ دوسروں کو وعظ و نصیحت بہت آسان ہے لیکن خود اُس پر قائم رہنا بڑی قربانی مانگتا ہے۔ اعلیٰ انسانی و اخلاقی اقدار کے نعرے بنانا اور لگانا سہل ہے لیکن خود اُن خوش نما

نعروں کے مطابق اپنی زندگی گزارنا اور اپنے مفادات کو قربان کرنا اتنا آسان نہیں ہوا کرتا ہے۔

ماضی کو تو خیر جانے دیجئے آج اکیسویں صدی میں انسانی حقوق کے چیمپین اور بین الاقوامی سطح پر تہذیب وشائستگی، امن و رواداری اور مکالمہ بین المذاہب کے علم بردار ممالک کے عملی رویوں کا اگر جائزہ لیا جائے تو وہ بھی اخلاق و کردار سے عاری ہیں یہی وہ لوگ ہیں جو مالی و مادی مفاد کے نام پر کروڑوں لوگوں کو تہ تیغ کرنے سے نہیں چوکتے۔لاکھوں مغربی دانشور اُس وقت تلبیسِ ابلیس کا شکار ہو جاتے ہیں جب کسی مسئلہ میں ''ہمارا''، ''تمہارا'' یا پھر ''اُن کا'' کہہ کر انسانوں کے درمیان رنگ، نسل، زبان اور مذہب کی بنیاد پر تفریق قائم کر کے اخلاقیات نامی کسی علم کے وجود ہی کا انکار کر دیتے ہیں۔وہ اخلاق کے انسانی بندھن سے بندھ کر اپنی قوت و طاقت اور مادی شان وشوکت کے اظہار یا پھر مفادات کے حصول کا موقع نہیں گنوانا چاہتے۔ آج اپنی طاقت کو قابو میں رکھنے اور مظلوم کی حمایت میں کھڑا ہونے کے بجائے تڑتڑاتی ہوئی گولیاں، پھٹتے ہوئے بم، گولہ باری کرتے ہوئے توپ خانے، اُڑتے ہوئے میزائل، بے دریغ بم باری کرتے ہوئے جنگی جہاز، لاکھوں لوگوں کو لمحہ بھر میں لقمہ اجل بنانے والے کیمیائی و حیاتیاتی اسلحے کے انبار اور مہلک حیاتیاتی جرثوموں کی تخلیق کو ہی سائنسی اخلاق و مادی تہذیب کی رفعت سمجھا جاتا ہے۔آج پوری دنیا میں (International Humanitarian Law) کا بڑا چرچا ہے، اس قانون کے تحت انسانی ہمدردی بالخصوص اسیرانِ جنگ اور قیدیوں کے حقوق کے غم میں پوری دنیا بالخصوص مغربی ممالک اخلاقی وعظ و نصیحت کے دریا بہا رہے ہوتے ہیں

لیکن اُس کی حقیقت جاننے کے لیے اسیر انِ پلِ چرخی و گوانتاناموبے کی حالتِ زار کوئی تاریخی افسانہ نہیں بلکہ آج کے دور کی ناقابلِ تردید حقیقت ہے جو پوری انسانیت کے نام پر کلنک کا ٹیکا ہے۔ اسی طرح پانچ لاکھ معصوم عراقی بچوں کا قتل، لاکھوں شامیوں کی بے گناہ شہادتیں، برمیوں کا لاکھوں مسلمانوں کو زندہ کاٹنا اور جلانا، کروڑوں کی تعداد میں مسلمانوں اور انسانوں کا ظلم و ستم کا شکار ہو کر اپنی اپنی سرزمین چھوڑ کر ہجرت پر مجبور ہونا جیسی صورت حال ہر آدمی کے مطالعہ و مشاہدہ میں ہے۔

جبکہ دوسری طرف آقا کریم (ﷺ) کا طرزِ عمل اپنے جانی دشمنوں کے ساتھ یہ تھا جب حملہ آورانِ مکہ قیدیوں کو لے کر گئے تو رات کو نبی (ﷺ) کو نیند نہ آئی، اِدھر سے اُدھر کروٹیں لیتے تھے، کرب و اضطراب نمایاں تھا، ایک انصاری نے عرض کیا کہ حضور (ﷺ) کو کچھ تکلیف ہے، فرمایا نہیں مگر عباس (حضور (ﷺ) کے چچا) کے کراہنے کی آواز میرے کان میں آرہی ہے اس لیے مجھے چین نہیں آتا۔ انصاری چپکے سے اُٹھا، اس نے جاکر عباس کی بندھ مشک کھول دی، انہیں آرام مل گیا تو وہ فوراً سو گئے، انصاری پھر حاضر خدمت ہو گیا، حضور (ﷺ) نے پوچھا کہ اب عباس کی آواز کیوں نہیں آرہی، انصاری بولا میں نے ان کے بندھن کھول دیے ہیں، فرمایا: جاؤ! سب قیدیوں کے ساتھ ایسا ہی برتاؤ کرو۔ جب حضور (ﷺ) کو اطلاع دی گئی کہ سب قیدی اب آرام سے ہیں، تب نبی کریم (ﷺ) کا اضطراب دور ہوا اور حضور (ﷺ) خواب شیریں سے استراحت گزیں ہوئے۔

ذرا سوچیں یہ وہ قیدی تھے جنہوں نے 13 سال تک متواتر اہل ایمان کو ستایا، کسی کو آگ پر لٹایا، کسی کو خون میں نہلایا، کسی کو بھاری پتھروں کے نیچے دبایا اور کسی کو سخت

اذیتوں کے بعد خاک و خون میں سلایا۔ پھر اس پر یہ نرمی اور یہ سلوک۔ تاریخِ عالَم ایسے عظیم اخلاق کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے۔

حضرت عباس حضور (ﷺ) کے چچا تھے اور جہاں تک معتبر روایات سے معلوم ہوتا ہے وہ بادل نخواستہ صرف قوم کے اِکراہ و اِجبار سے بدر میں آئے تھے بایں ہمہ حضور (ﷺ) کے عدل و انصاف نے ان میں اور دوسرے قیدیوں میں کوئی امتیازی فرق قائم کرنا پسند نہ فرمایا: لیکن حضور (ﷺ) کی رحمدلی اور طبعی شفقت ورافت کا یہ عالم تھا کہ جب تک سب قیدیوں کے با آرام ہونے کی خبر نہ ملی اس وقت تک آپ (ﷺ) کو نیند نہ آئی۔

مدینہ طیبہ میں ہجرت فرمانے کے بعد جب اہلِ مکہ پر اللہ تعالیٰ نے قحط کی شدید آفت کو اُتارا تو وہ ابوسفیان جو ہمیشہ مسلمانوں کا حریف رہا وہ خود دربار مصطفوی (ﷺ) میں حاضر ہوا اور گزارش کی کہ حضور ہمیشہ احسان اور صلہ رحمی کی دعوت دیا کرتے ہیں۔ ہم حضور کے قریبی عزیز آپ سے رحم کے ملتجی ہیں، احسان فرمایئے اور دعا کیجئے کہ اس شدید قحط سے ہم کو نجات ملے- حضور نبی کریم (ﷺ) نے ثمامہ بن اثال سردار نجد کو بھیج دیا کہ مکہ میں فوراغلہ پہنچانے کا بندوبست کریں، یہ دولت ایمان سے مالا مال ہو چکے تھے، ان کے علاقہ میں اناج بکثرت تھا، انہوں نے غلہ صرف اس لیے روک رکھا تھا کہ اہل مکہ دشمنان اسلام ہیں، اب حکم نبوی (ﷺ) کی تعمیل ہوئی اور اہل مکہ کی جان میں جان آئی۔

جنگ احد میں رسول اکرم (ﷺ) اس قدر شدّتِ تکلیف اور تلخی صدمات سے دوچار ہوئے، ستر قریبی صحابہ نہایت بے دردی سے شہید کیے گئے، چچا جان حضرت حمزہ کے جسدِ مقدس کا مثلہ کیا گیا، خود آپ کے چار دندان مبارک مجروح ہوئے، جبین اطہر اور بازو مبارک پر بھی زخم آئے۔ ایسی حالت میں کوئی عام دنیاوی قائد و رہنما ہوتا تو دشمن کیلئے سب و شتم کی بوچھاڑ، واہی تباہی الفاظ کی یلغار اور بد دعاؤں کا دریا بہا دیتا لیکن بعض صحابہ کی بے پناہ چاہت اور خواہش کے باوجود کہ آپ (ﷺ) مشرکین کیلئے بد دعا فرمائیں، قائدِ اخلاقِ انسانیت، حضور فخر موجودات (ﷺ) کا فوری رد عمل انسانی تاریخ میں اعلی اخلاق اور مثالی انسان کا ارفع ترین نمونہ ان الفاظ میں تھا "إِنِّي لَمْ أُبْعَثْ لَعَّانًا، وَلَكِنْ بُعِثْتُ رَحْمَةً" اور پھر فرمایا "اللهم اهد قومی فانهم لا يعلمون" یعنی میں لعنت کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا گیا ہوں، میں تو سراپا رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں اور پھر فرمایا اے خدایا! میری قوم کو نورِ ہدایت عطا فرما کیونکہ وہ اب تک مجھے اور میری حقیقت کو نہیں جان سکے ہیں۔

جنگ طائف ان حملہ آوروں کے ساتھ ہوئی، جن سے حنین اور اوطاس میں شدید محاربہ ہوا تھا، یہ لوگ ان مقامات سے شکست کھا کر قلعہ طائف میں محصور ہو گئے تھے اور ابھی ان کی فوجی طاقت زوروں پر تھی، حضور نبی کریم (ﷺ) نے قلعے کا محاصرہ کر لیا، چند روز کے بعد حضور (ﷺ) کو معلوم ہوا کہ دشمن محاصرے کی شدت سے سخت تکلیف میں ہیں، بھوک نے ان کی ہلاکت کو بہت قریب کر دیا ہے، حضور (ﷺ) نے محاصرہ اٹھا دینے کا حکم دے دیا، چند صحابہ (رضی اللہ عنھم) نے

جنگی اصول کو مد نظر رکھتے ہوئے عرض کیا کہ اب تو قلعہ فتح ہونے والا ہے مگر حضور (ﷺ) نے ازراہ رحم و کرم جو حکم دیا تھا، اس کی تعمیل کرائی۔

مذکورہ بالا چند سیرتی شہ پارے، حیات اقدس کے ان مقدس لمحات پر مشتمل ہیں جن میں آپ (ﷺ) بحیثیت قائد و رہنما، حاکم و سربراہ اور نبی و مرسل کی حیثیت سے اپنی مفتوح اور مغلوب افراد اور قوم سے دل کھول کر انتقام لے سکتے تھے، خون کی ندیاں بھی بہا سکتے تھے، ایک جرم کے بدلے صدہا صد مجرمین کی سرکوبی بھی کر سکتے تھے اور بدعا کے ذریعہ ان کو ہلاک بھی کرواسکتے تھے لیکن نبی رحمت (ﷺ) نے اخلاق حسنہ کے اوج ثریا پر کھڑے ہو کر اپنے قول، فعل، عمل اور کردار سے اپنی نبوت کی صداقت کی دلیل مہیا فرمائی کہ نبی کا مقصد خون بہانا، انتقام لینا اور کھوپڑیوں کے مینار کھڑے کرنا نہیں ہوتا بلکہ رب تعالی نے جس بلند ترین منصب "خلق عظیم" پر آپ کو فائز فرمایا ہے اس کی عملی شہادت اور دلیل فراہم کرنا ہوتا ہے تاکہ قیامت تک تہذیب و انسانیت کے دعوے دار اگر کسی آئینے میں اپنا چہرہ دیکھنے اور کسی اخلاقی پیمانے میں اپنے رویے کو تولنے پر آمادہ ہوں تو وہ آئینہ نبوتِ محمدی (ﷺ) اور میزان خلق عظیم (ﷺ) کو معیار بنا سکیں- اللہ تعالیٰ آج کی پریشاں حال انسانیت کو حضور نبی رحمت (ﷺ) کی نبوت پر ایمان لانے اور آپ کے اخلاق عالیہ کو اپنانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ☆☆☆

[1]یونس :16

[2]ابوبکر محمد بن حسین الآجری، الشریعۃ، ج:4،رقم الحدیث:1166، مطبوعۃ: دار الوطن، ریاض السعودیۃ،142

سیرت ریسرچ سینٹر، کراچی